جناب پروفیسر محمد ایوب قادری

تحریکِ پاکستان کا پس منظر

علماءِ حق کی ڈیڑھ سو سالہ جد و جہد کا نتیجہ

برِصغیر پاک و ہند میں انگریز تاجر کی حیثیت سے داخل ہوئے لیکن آہستہ آہستہ وہ اس ملک کے مالک و مختار بن بیٹھے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کی کمزوری اور صوبوں کی خود مختاری کی وجہ سے غیر مسلم طاقتوں مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور انگریزوں کو ابھرنے کا خوب موقع ملا۔ ان میں آخر الذکر انگریز سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئے۔ انگریزوں نے اس ملک پر قبضہ کرنے میں ہر قسم کی دھاندلی، بے ایمانی، دجل مکر اور مکاری کو روا رکھا۔ تاریخ کے اوراق اس مہذب قوم کی بے ایمانیوں کے کارناموں سے سیاہ ہیں۔ اگرچہ انفرادی طور سے مسلم حکمرانوں نے انگریزوں کے مقابلے میں ہاتھ پیر مارے مگر وہ اس سیلابِ عظیم کا مقابلہ نہ کر سکے نہ ان میں اتحاد و اتفاق تھا اور نہ ذرائع نہ وسائل، وہ عصرِ حاضر کے حالات و واقعات پر بھی کماحقہٗ نظر نہیں رکھتے تھے۔ سراج الدولہ کے مقابلے میں میر جعفر اور ٹیپو سلطان کے ساتھیوں میں میر صادق کو انگریزوں نے خرید لیا۔ شجاع الدولہ کو مدد دے کر حافظ رحمت خانؒ اور فرخ آباد کی ریاستوں کا خاتمہ کرایا اور آخر میں اودھ کی حکومت کو بھی ہڑپ کر گئے تا آنکہ ۱۸۵۷ء میں برِصغیر پاک و ہند پورے طور سے براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگیں آ گیا۔ کاش اس زمانے میں یہ مسلم امراء و رؤساء متحد و متفق ہو کر انگریزوں کے خلاف کوئی ایسا متحدہ محاذ بناتے، جیسا کہ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے خلاف بنایا تھا اور ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال اور انگریزوں کے اقتدار کے قائم ہونے کے بعد بھی مسلمانوں نے علمی ذہنی اور فکری طور سے شکست قبول نہیں کی ان کو اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کا احساس تھا ۱۸۰۳ء میں دلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوا اور بادشاہ قلعہ معلیٰ کا حاکم و مختار رہا۔ اس زمانے میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فرزند اکبر سراج الملت شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) نے ایک انقلاب آفریں

قدم اٹھایا جس سے ملتِ اسلامیہ ہند میں حرارتِ عمل پیدا ہوگئی اور انگریزوں کے نظامِ حکومت میں اضمحلال در آیا۔ ہمارا اشارہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مشہور فتویٰ دارالحرب کیطرف ہے۔ جس نے مسلمانوں کو دعوتِ فکر و عمل دی کہ نئی حکومت کے قیام کے بعد ان کی کیا حیثیت ہے، ان کا مستقبل کیا ہے۔؟ اور کھوئے اقتدار کی بحالی کے کیا امکانات ہیں۔؟ اس فتویٰ کی خاطر خواہ نشر و اشاعت ہوئی آنکہ اس فتوئے دارالحرب کی صدائے بازگشت حدود سندھ تک پہنچی اور شہر ٹھٹھہ میں اس کا اعلان عام ہوا۔ علمائے ٹھٹھہ وغیرہ نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیارِ سندھ کو دارالحرب قرار دیا۔ ہمارے پاس علمائے سندھ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ جس میں اس زمانے کے ممتاز علماء مخدوم ابراہیم تتوی، مخدوم غلام محمد تتوی، میاں عبداللہ چوٹیاری اور مخدوم عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم کے فتاویٰ نقل ہیں[1] جنکی رو سے ان علماء نے ہند و سندھ کو دارالحرب قرار دیا مخدوم غلام محمد تتوی لکھتے ہیں

"سندھ اور اس کے قرب و جوار کے جن شہروں میں ہم رہتے ہیں ان میں فرنگی کافروں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی بلا شبہ دارالحرب ہو گئے ہیں۔"

مخدوم عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم لکھتے ہیں؛

"اب تو اس ملک سندھ کو دارالحرب کہنا چاہئے اور جو تحریریں علمائے ہند کی نگر (ٹھٹھہ) میں موجود ہیں اگر وہ دیکھیں تو ہرگز سندھ کو دارالاسلام نہ کہو۔"

مسلمانوں نے اس فتویٰ دارالحرب سے خوب کام لیا۔ سید احمد شہید کی تحریک مجاہدین اور حاجی شریعت اللہ کی فرائضی تحریک اس فتویٰ کا عملی مظہر ہیں بلکہ ان تحاریک سے قبل بھی کہیں کہیں اس فتویٰ کے عملی مظاہر سے ملتے ہیں ۱۸۱۶ء میں جب انگریزوں نے باشندگان بریلی (روہیل کھنڈ) پہ ہاؤس ٹیکس عائد کیا تو انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا اور انگریزوں کے خلاف مفتی محمد عوض مفتی شہر کی قیادت میں جہاد کیا یہاں تک کہ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید کی تحریک نے ملک گیر بیداری پیدا کر دی بنگال سے یاغستان اور دہلی سے مدراس تک اس کے مراکز قائم ہو گئے۔ نامور علماء، بیدار مغز، زمیندار، حساس تاجر اور مسلم عوام اس تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ شہیدین کے علاوہ علماء میں مولانا عبدالحئی بڈھانوی، مولانا خرم علی بلہوری، مولانا سخاوت جونپوری، مولانا حیدر علی رام پوری، مولوی محمد علی رام پوری، مولانا ولایت علی صادق پوری، مولانا عنایت علی صادق پوری وہ علمائے عظام ہیں جنہوں نے

---

[1] رئیس احمد جعفری مرحوم نے راقم الحروف سے یہ فتاویٰ لے کر اپنی کتاب "اوراقِ گم گشتہ" (محمد علی اکیڈمی لاہور۔ ص ۱۹۸-۲۰۱) میں بغیر حوالے نقل کر دئے ہیں۔

اس تحریک کی کامیابی کے لیئے ہر طرح کی کوشش کی اور ہر امتحان و آزمائش میں ثابت قدم رہے۔ اس زمانے میں پنجاب و سرحد میں سکھوں کی حکومت قائم تھی۔ انہوں نے اس علاقے کے مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں مسلمان بری طرح سکھوں کے مظالم کا شکار تھے۔ تحریک مجاہدین کے قائدین نے منصوبہ بنایا کہ اس علاقے سے سکھا شاہی نظام کو ختم کر کے یہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے اور اس حکومت کے قیام و استحکام کے بعد انگریزی اقتدار کو چیلنج کیا جائے۔ اس کے قرائن و شواہد موجود ہیں مگر غیروں کی کامیابی اور اپنوں کے عدم تعاون اور مخالفت کی وجہ سے یہ منصوبہ و دائی عملی شکل اختیار نہ کر سکا اور ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے کوہساروں میں سید احمدؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے جامِ شہادت نوش کیا مگر اس ناکامی کے باوجود بھی قافلہ مجاہدین کی خاکستر میں ایک چنگاری بھڑکتی رہی کہ جس نے وقتاً فوقتاً برطانوی خرمنِ اقتدار کو جلانے کا کام کیا۔ اس تحریک کے باقیماندہ حضرات بنگال، بہار، یوپی، دہلی، مدراس، بمبئی، پنجاب میں اپنا کام کرتے رہے، یاغستان (چمرکنڈ) میں انہوں نے اپنا مرکز قائم کر رکھا تھا جہاں مجاہدین کو اندرون ملک سے ہر قسم کی مدد پہنچتی رہتی تھی اور علمائے صادق پور، مولانا ولایت علی، عنایت علی اور یحییٰ علی وغیرہ قیادت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ جنگ امبیلا ۱۸۶۴ء میں اس تحریک کی کامیابی دیکھ کر انگریز چیخ اٹھا اور اس نے مجاہدین پر ناقابلِ برداشت مظالم ڈھائے۔ پھانسی، حبس دوام بعبور دریائے شور، املاک و جائداد کی ضبطی اور قید و بند کی سزائیں ان پر روا رکھیں۔

اس زمانے میں بنگال میں حاجی شریعت اللہؒ نے انگریزی اقتدار کو "دار الحرب" کے فتویٰ کی روشنی میں چیلنج کیا اور انگریز اور ہندو استعمار کے خلاف عوامی محاذ قائم کیا، اس تحریک سے حکومت کا شعبہ مالیات خاصا متاثر ہوا۔ حاجی شریعت اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے محسن میاں اور تیتو میر نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، انگریز نے اس تحریک کو بھی ظلم و جور کے ذریعہ دبا دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے اپنی کوششوں کا آخری بھرپور مظاہرہ کیا اگرچہ بظاہر قیادت کے مظہر بہادر شاہ ظفر، بیگم حضرت محل (ملکہ اودھ) نواب خان بہادر خان (روہیلکھنڈ) نواب محمود خان (نجیب آباد) نواب تفضل حسین خان (فرخ آباد) وغیرہ تھے مگر تحریک کے اصل بانی اور اس کو آخری شکل دینے والے علماء و مشائخ تھے، جن میں مولوی احمد اللہ شاہ مدراسیؒ، امام المجاہدین مولوی سرفراز علی گورکھپوریؒ، مولانا لیاقت علی الہ آبادیؒ اور عظیم اللہ خان کانپوریؒ سرفہرست ہیں۔ ساتھ ہی ہر مقام پر علماء اور مشائخ نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ دہلی میں شاہ عبد الغنی مجددیؒ، شاہ حسن عسکریؒ، شاہ ابو سعید مجددیؒ، مولوی فرید الدینؒ، لدھیانہ میں مولوی عبد القادرؒ، مولوی محمدؒ، مولوی عبد العزیز تھانہ بھون

شاملی اور کیرانہ میں حاجی امداد اللہ تھانویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ مولانا محمد منیر نانوتویؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، نجیب آباد میں مولوی منیر علیؒ، سیوہارہ میں شاہ بولنؒ، اور شاہ محمد عاشقؒ، مراد آباد میں مولانا کفایت علی کافیؒ، مولوی وہاج الدین عرف مولوی منوؒ، مولوی گلزار علیؒ، بریلی میں مولانا مفتی سید احمدؒ، مفتی عنایت احمدؒ، مولوی محمد اسماعیلؒ، حکیم مولوی سعید اللہؒ، بدایوں میں مولانا فیض احمدؒ، شاہجہان پور میں مولوی محمد نظامؒ وغیرہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس تحریک میں پورے جوش وخروش سے حصّہ لیا اور اس کے عواقب و نتائج بھی بھگتے۔

یہاں شاید یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ علماء کی اس جماعت میں بیشتر حضرات شاہ ولی اللہی خاندان کے فیض یافتہ ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد ان کے جانشین ان کے نواسے شاہ محمد اسحاقؒ ہوئے جو ۱۸۴۱ء مطابق ۱۲۵۷ھ میں ہندوستان سے مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے۔ مگر ان کے تلامذہ نے ان کی تحریک کو جاری و ساری رکھا ان کے شاگردوں میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مفتی عنایت احمدؒ، مولانا نواب قطب الدین اور مولانا احمد علی سہارنپوریؒ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان ارکان اربعہ نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی، تہذیبی معاشرتی اور ثقافتی اصلاح کا ایک جامع منصوبہ بنایا۔ شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے علم حدیث کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کا کام کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ ان ہی کے اجل تلامذہ میں ہیں گویا ان کا فیض دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مفتی عنایت احمد نے مذہبی و اصلاحی لٹریچر اردو زبان میں پیش کیا۔ مفتی صاحب اور ان کے رفقاء کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے ۱۲۷۱ھ میں روہیلکھنڈ میں مسلمانوں کی ایک نیم سیاسی اور اصلاحی انجمن بنائی کہ جس کا مقصد مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اصلاح اور ان کو بیدار کرنا تھا۔ برّصغیر پاک و ہند کی یہ انجمن مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ تنظیم تھی جس نے اجتماعی طور پر اصلاح کا کام شروع کیا۔[۱] مفتی عنایت احمد نے جزائر انڈمان سے ۱۲۷۹ھ میں واپس آکر کانپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا جس کا فیض بقول مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مولانا نواب قطب الدین نے بھی مذہبی و اصلاحی لٹریچر اردو زبان میں پیش کیا۔ قرآنِ کریم کی تفسیر لکھی اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کا اردو میں شرح و ترجمہ کیا تاکہ مسلم عوام زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ مولانا احمد علیؒ محدث نے دہلی میں اپنا مطبع احمدی قائم کر کے سب سے پہلے حدیث کی متداول و مشہور کتب بخاری و مسلم شریف وغیرہ طبع و شائع کیں اس طرح سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے علماء نے مسلمانوں میں مذہبی و اصلاحی ادب بڑی وافر مقدار میں مہیا کیا ان مصنفین میں سید احمد شہید، مولانا

---

[۱] ملاحظہ ہو ضمان الفردوس از مفتی عنایت احمد نظامی پریس کانپور ۱۲۷۳ھ

اسماعیل شہید، مولوی خرم علی بلہوری، مولوی اولاد حسن قنوجی، مولوی سخاوت علی جونپوری، مولوی کرامت علی جونپوری، مولوی عبداللہ، مولوی سعد الدین بدایونی، مولوی محمد نظام شاہجہانپوری، مولوی محمد عمران وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان علماء کا پیش کردہ مذہبی ادب آج بھی مسلمانوں کے لئے مفید اور کار آمد ہے۔ اور اصلاحی ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

انگریز قوم بڑی بالغ نظر ہے۔ اس نے ہندوستانیوں کے افکار و خیالات کی تبدیلی ضروری سمجھی اسی لئے انگریزی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا اور مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے لئے ادارے قائم کئے۔ ان تمام اداروں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ انجمن پنجاب، دہلی سوسائٹی، سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، سائنٹفک سوسائٹی بہار، انجمن تہذیب لکھنؤ، راجپوتانہ سوشل سائنس کانگریس، جے پور، انجمن مباحثہ میرٹھ اور مدراس سوسائٹی اسی منصوبے کے تحت عمل میں آئیں۔ مسلمانوں میں براہ راست مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے لئے مشہور دہلی کالج اور مدرسہ عالیہ کلکتہ وغیرہ سرکاری انتظام میں لے لئے گئے تھے۔

وفادار طبقہ شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ عیسائیت کی کھلم کھلا تبلیغ اور مناظرے بازی ناکام ہو چکی تھی، لہذا انہوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لئے حاصل کرلیا۔ دہلی میں دبیر الدولہ فرید الدین خاں (۱۸۲۸ء) منشی صدر الدین آزردہ (۱۸۶۸ء) منشی زین العابدین (۱۸۲۹ء) مولوی محمد صالح خیر آبادی (برادر فضل امام خیر آبادی) سر سید احمد خاں (۱۸۹۸ء) مولانا فضل امام خیر آبادی (ف ۱۸۲۹ء) منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزند اکبر فضل امام خیر آبادی) مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ء) بدایوں میں مفتی ابو الحسن عثمانی، مولوی فضل رسول عثمانی بدایونی (ف۔ ۱۸۷۲ء) مولوی علی بخش صدر الصدور (ف۔ ۱۳۰۳ء) مراد آباد میں مولوی عبد القادر جیف (ف ۱۸۴۹ء) الہ آباد میں مفتی اسد اللہ (۱۳۰۰ھ) منشی غلام غوث بے خبر (ف۔ ۱۹۰۵) قاضی عطا رسول چڑیا کوٹی۔ کلکتہ میں قاضی نجم الدین خاں کاکوروی (ف ۱۸۱۳ء) اور ان کے صاحبزادگان قاضی سعید الدین (ف ۱۸۴۶ء) مولوی حکیم الدین (ف ۱۸۵۴) قاضی علیم الدین (ف ۱۸۴۱ء) مدراس میں قاضی ارتضیٰ علی گوپاموی (ف۔ ۱۲۷۰ھ) اور ناسک میں خان بہادر مولوی عبد الفتاح مفتی وغیرہ ہندوستان کے وہ اعاظم و افاضل ہیں کہ جنہوں نے منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعے سرکار کمپنی کے انتظام و اقتدار کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ اسی طرح نواب فرید الدولہ فرید الدین ۱۸۲۸ء علامہ تفضل حسین خاں کشمیری (ف۔ ۱۸۰۱ء) حافظ کاظم علی خاں بریلوی [1] مولوی سمیع اللہ خان دہلوی (ف ۱۹۰۸ء)

---

[1] ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت از ملک ظفر الدین بہاری (مکتبہ رضویہ کراچی۔ اپریل ۱۹۵۵ء) ص ۳۔ حافظ کاظم علی خاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پردادا ہیں

اور شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) وہ اکابر ہیں کہ جنہوں نے انگریزی حکومت کی پولٹیکل خدمات اندرون ملک اور بیرون ملک انجام دیں۔

تحریک مجاہدین، فرائضی تحریک اور انفرادی تبلیغ میں اس زمانے میں دارالحرب اور جہاد کا مسئلہ نہایت اہم تھا۔ انگریز نے پورے طور سے یہ کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں کی توجہ ان مسائل سے ہٹائی جائے اس کے لئے اس نے جہاں علمی اور تعلیمی ادارے قائم کئے وہیں مسلمانوں کے اندر جماعتی اور انفرادی کوششوں سے اس امر کی پوری پوری نشر و اشاعت کرائی کہ ہندوستان دارالامن ہے اور انگریز سے جہاد ضروری نہیں۔ مولانا غلام علی امرتسری، نواب عبداللطیف (ڈھاکہ) سر سید احمد خاں اور مولوی محمد حسین بٹالوی (ف ۱۳۳۸ھ) وغیرہ نے اس سلسلے میں خوب کوششیں کیں۔ آخر الذکر کا رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ان بزرگوار نے "اہل حدیث" نام کو انگریز سرکار سے منظور کرایا۔ انعام سے بھی سرفراز ہوئے، اسی زمانے میں قادیان کے مرزا غلام احمد (ف ۱۹۰۸ء) نے دارالحرب اور جہاد کا خوب رد کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا بیان یہ ہے [۱]

"سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں کیں اور پھر میں نے قریب مصلحت سمجھ کر اس امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوا اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔"

چنانچہ قادیانی جماعت "وفاداری بشرط استواری" پر ہمیشہ قائم رہی۔

اسی زمانے میں علماء کی ایک جماعت نے شاہ محمد اسحاق دہلوی، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور تحریک مجاہدین کے مذہبی و اصلاحی ادب کا خوب رد کیا اور اس کو رد وہابیت کا نام دیا۔ اس جماعت کے سرخیل مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل رسول بدایونی ہیں آخر میں اس جماعت کے قائد مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو اشتہار واجب الاظہار از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان، ۱۸۹۷ء) نیز کشف الغطاء از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان ۱۹۰۳ء)

اس منفی ادب نے مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج وسیع کی اس طرح جدید جماعت "اہل حدیث" نے بعض فروعی مسائل کو مہتم بالشان قرار دیکر اپنی جماعت کو بڑی حد تک کلیتاً علیحدہ کر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے ۱۹۰۶ء میں اہل حدیث کانفرنس قائم کر ڈالی۔ اس طرح متحد و منظم مسلم معاشرہ میں دھڑے بندیاں قائم ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ غیر ملکی اقتدار کے لئے یہ سب چیزیں مناسب اور مفید تھیں۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر دل کھول کر مظالم کئے اور ان سے خوب انتقام لیا، اس لئے کہ اس انقلاب کے سارے ذمہ دار مسلمان تھے۔ اس مہذب انگریز قوم نے کون سا ایسا ظلم و جور تھا اور کون سی ایسی سزا تھی جو مسلمانوں پر روا نہ رکھی۔ پھانسیاں دی گئیں، توپوں سے اڑائے گئے۔ حبس دوام بعبور شور کی سزا دی گئی۔ جلاوطن کئے گئے۔ املاک و جائداد ضبط ہوئیں۔ ان مظالم پر خود انگریزوں کا ریکارڈ شاہد ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ — THE OTHER SIDE OF THE MODEL

اس سلسلے میں صرف ایک حوالہ "تصویر کا دوسرا رخ" کافی ہے۔ اس کے برخلاف ہندوؤں نے انگریزی حکومت کو لبیک کہا۔ اس کے بعد سرسید احمد خاں کی سیاست کا دور شروع ہوا، انہوں نے "رخصت" سے کام لیا اور زور دیا، کہ مسلمانوں کو انگریزی زبان اور مغربی علوم و فنون پڑھنے چاہئیں۔ انگریزی حکومت کے قریب آنا چاہیئے اور سیاست سے مسلمانوں کو کلیتاً علیحدہ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ جب ۱۸۸۵ء میں کانگریس کا قیام عمل میں آیا تو سرسید احمد خاں نے دوسرے ہی سال ۱۸۸۶ء میں "آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانگریس" قائم کر دی۔ تاکہ مسلمان اپنی سرگرمیاں تعلیمی اور اصلاحی حد تک محدود رکھیں۔ انگریزی حکومت نے ہندوستانیوں کے مطالبے اور حالات کے تقاضے کی بناپر "اصلاحات" کے عنوان سے سیاسی حقوق دینے شروع کئے۔

ہندو بیدار ہو چکا تھا اس نے اکثریت کے زعم میں ہندوستان پر بلاشرکت غیرے انگریزوں کی سرپرستی میں قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ملک میں برہمو سماج اور آریہ سماج تحریکیں عرصے سے ہندوؤں کی مذہبی اور سیاسی بیداری کا کام کر رہی تھیں کہ اس رنگ کو تلک اور گوکھلے کی آواز نے اور بھی چوکھا کر دیا۔ اور ہر نزاعی موقع پر انگریز کی ترازو کا پلڑا ہندو کی طرف ہی جھکتا تھا۔ یہاں تک کہ بہار اور یوپی میں انگریز گورنروں نے کھلم کھلا ہندی کی حمایت کی۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے ۱۹۰۶ء میں "آل انڈیا مسلم لیگ" تنظیم قائم کی اور اپنے مستقل وجود کی بقا کے لئے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کے بعد ہندوؤں کی چیرہ دستیاں بہت بڑھ گئی تھیں یہاں تک کہ ۱۹۱۱ء میں بنگال کی تقسیم منسوخ ہو گئی جس سے مسلمانوں کو خاصا نقصان ہوا۔ ۱۹۱۲ء میں بلقان کی جنگ شروع

ہوگئی۔ اور علی گڑھ کالج سے "بلقان چلو بلقان چلو" کا نعرہ بلند ہوا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں ایک وفد ترکی گیا۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کا المناک واقعہ ظہور پذیر ہوا جس میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے اور ملک میں ایک آگ لگ گئی اس موقع پر مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے خاص طور سے قیادت کی ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑ گئی۔ اس زمانے میں ریشمی رومال کی تحریک کام کر رہی تھی جس کے قائد مولانا محمود الحسنؒ شیخ الہند اور سب سے بڑے فعال کارکن مولانا عبید اللہ سندھیؒ تھے۔ انگریز نے شریف مکہ کی سازش سے مولانا محمود الحسن، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عزیر گل کو گرفتار کرکے مالٹا بھیج دیا۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ کے خاتمہ پر فاتح اتحادیوں نے ترکی کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ ظاہر ہے۔ ہندوستان میں بھی جنگ کے خاتمہ کے بعد سیاسی حقوق کے مطالبے ہونے لگے کہ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے واقعہ نے سارے ملک خصوصاً پنجاب میں آگ کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اس زمانے میں جمعیۃ العلماء اور خلافت کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ ترک موالات کی تحریک نے انگریزی اقتدار کی جڑیں ہلا دیں۔ علماء کا متفقہ فتویٰ اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس فتویٰ پر ہندوستان کے سینکڑوں علماء کے دستخط تھے۔

پاپولر پریشر ککر

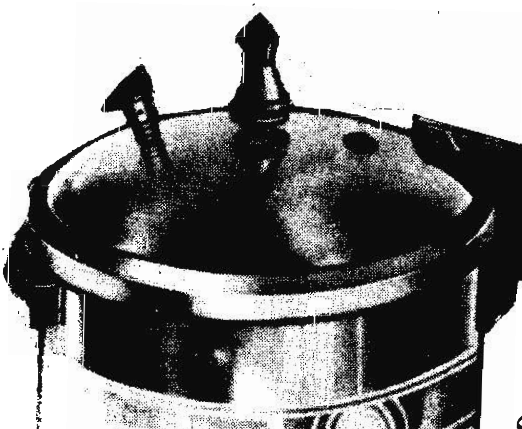

ساخت اور کارکردگی

بین الاقوامی معیار کے مطابق

★

پاپولر کا کمال — پکوان بے مثال

سنٹرل ٹیسٹنگ لیبارٹریز حکومت پاکستان کا تصدیق شدہ

پاپولر انڈسٹریز۔ راجہ روڈ۔ سیالکوٹ۔ فون نمبر ۲۵۰۲